مُضاربت اور بلا سُود بنکاری

پروفیسر رفیع اللہ شہاب

موجودہ حکومت نے ملکِ عزیز سے تین سال کی مدت میں، سود کی لعنت ختم کرنے کا جو تاریخی فیصلہ کیا ہے، اسلام کے نظامِ معاشیات پر اس کے بڑے دوررس اثرات مرتب ہونگے۔ لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اس موضوع پر اردو یا انگریزی میں کوئی معیاری کتاب نہیں بلکہ سارا مواد عربی زبان کی قدیم کتابوں میں بکھرا ہوا ہے۔ قیامِ پاکستان سے ہی کافی عرصہ پہلے، ملکِ عزیز میں اسلامی نظام کے نفاذ کی باتیں ہو رہی ہیں لیکن حیرت کی بات ہے کہ تقریباً چالیس سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود ابھی تک کوئی ایسی کتاب مرتب نہیں کی گئی کہ جس کی روشنی میں سود کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ابھی تک ہر طرف سرمایہ داری نظام ہی کا بول بالا ہے جس کی بنیاد سود پر قائم ہے اور جسے اسلام نے سب سے زیادہ سنگین گناہ بلکہ جرم قرار دیا ہے۔ قرآنِ حکیم نے تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ بغاوت قرار دیا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا
مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ
فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔
(سورۃ بقرۃ، آیت: ۲۷۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو
سود تمہارا لوگوں پر باقی ہے اسے چھوڑ دو۔
اگر تم ایمان رکھتے ہو اور اگر تم نے ایسا
نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ
کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

اس لئے یہ فطرتی امر تھا کہ ملکِ عزیز میں اسلام کا مالیاتی نظام نافذ کرنے سے پہلے اس لعنت کو ختم کیا جائے اور اس سلسلے میں کچھ عملی اقدامات کئے بھی جا چکے ہیں۔

بنکاری نظام سے سود کی لعنت ختم کرنے کے لئے حکومت نے ماہرین کا ایک پینل مقرر کیا تھا جس نے ایک سال کے غور و فکر کے بعد اپنی رپورٹ حکومت کو پیش کی۔ اس رپورٹ میں بینکاری نظام کو سود کے بغیر چلانے کے لئے دس عدد تجاویز پیش کی گئیں۔ ان میں سے

ایک تجویز میں فقہ کی ایک اصطلاح "مضاربت" کے حوالے سے سودی نظام ختم کرنے کی سفارش کی گئی تھی جسے بعد میں بینکوں نے اپنا لیا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پینل کے معزز ارکان کے سامنے مضاربت کی صحیح تعریف نہ تھی اور انہوں نے اس کی سُنی سنائی تعریف یعنی نفع و نقصان میں شرکت پر اپنی سفارش کی تفصیلات مرتّب کیں۔ مضاربت کی اس تعریف سے سود کا خاتمہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے جواز کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ حالانکہ یہ ایسی برائی تھی کہ شریعتِ اسلامی نے ایسے معاملات کو بھی ترک کرنے کا حکم دے دیا تھا کہ جن میں سود کا معمولی سا شائبہ بھی پایا جائے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں :-

ان آخر ما نزل من القرآن آیۃ الربٰو۔ وان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قبض ولم یفسرھا لنا فدعوا الربٰوا والریبۃ

(کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد دوم صفحہ ۲۳۱)

(ترجمہ) ربٰو (یعنی سود) کی آیت قرآن مجید کی آخری نازل ہونے والی آیتوں میں سے ہے۔ حضور صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا وصال ہو گیا اور آپؐ نے ہمارے سامنے سود کی مفصّل تفسیر متعین نہ فرمائی۔ اس لئے تم سود اور جس معاملے میں سود کا شبہ ہو ترک کر دو۔

حضرت علی کرم اللّٰہ وجہہٗ نے تو اس سے بھی زیادہ احتیاط پر زور دیا۔ آپ نے تمام کاروباری حضرات کے لئے فقہ کی تعلیم لازمی قرار دے دی اور فرمایا :

مَن اتجر بغیر فقہٍ فقد ارتطم فی الربٰو

(نہج البلاغہ جلد سوم صفحہ ۲۴۹ شرح محمد عبدہٗ)

(ترجمہ) جس نے فقہ کے علم کے بغیر تجارت کی سمجھو کہ وہ سود میں ڈوب گیا۔

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مضاربت کی اس تعریف کو سامنے رکھا جائے جو فقہ کی مستند کتابوں میں ملتی ہے۔ ان کتابوں میں اس کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے :

ھی فی اللغۃ عبارۃ عن ان یدفع شخصٌ مالاً لِلآخر لیتجر فیہ علی ان یکون الربح بینھما علی مَا شرطا وَالخسارۃ علی صاحب المال۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ مطبوعہ مصر جلد سوم صفحہ ۴۲)

(ترجمہ) یعنی لغت میں مضاربت کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو اپنا روپیہ

پر تجارت کرنے کے لئے مال دے کہ نفع تو بقدر حصہ ان میں تقسیم ہوگا لیکن نقصان کا ذمہ دار صرف صاحب مال ہوگا۔

اگر تھوڑے سے غور و فکر سے کام لیا جائے تو مضاربت کا مسئلہ خود بخود سمجھ میں آجاتا ہے۔ کوئی کام کرنے والا صرف اسی صورت میں کسی صاحب سرمایہ سے سرمایہ لے کر کام کرتا ہے کہ جب خود اس کے اپنے پاس کچھ نہ ہو۔ اب جب سرمایہ اس کے پاس تھا ہی نہیں تو نقصان کی صورت میں وہ اس کی تلافی کہاں سے کرے گا۔ شریعت نے اس پہلو کا خاص خیال رکھا ہے اور نقصان کا ذمہ دار صاحب سرمایہ کو قرار دیا ہے

مضاربت کی یہ تعریف ایسی متفق علیہ ہے کہ اس پر امت مسلمہ کے تمام فقہاء کا اتفاق ہے شیعہ فقہاء بھی اس کی یہی تعریف بیان کرتے ہیں۔ علامہ ابوالحسن مضاربت کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الربح بینهما والوضیعة علی المال۔

(الاستبصار فیما اختلف من الاخبار للطوسی جلد سوم ص ۱۲۶)

(ترجمہ) یعنی نفع میں تو دونوں شریک ہوں گے لیکن نقصان صرف مال کا ہوگا

یہی نہیں بلکہ مضاربت کے کاروبار میں شریک کام کرنے والے حصہ دار کے اخراجات بھی اسی سرمایہ سے پورے کئے جائیں گے اور ان اخراجات کے بعد جو نفع ہوگا وہ معاہدے کے مطابق دونوں حصہ داروں میں تقسیم ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:—

ونفقة العامل من المال فی سفره من طعامه وکسوته وما یصلحه بالمعروف بقدر المال

(تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک جلد دوم صفحہ ۸۸ مطبوعہ مصر)

(ترجمہ) کام کرنے والے حصہ دار کا سفر خرچ مثلاً کھانا، کپڑے اور دوسری معروف چیزیں، سرمایہ سے اس کی مقدار کو سامنے رکھتے ہوئے لی جائیں گی۔

یعنی ان اخراجات کے بعد اگر نفع ہوگا، تو حصہ کے مطابق دونوں حصہ داروں میں تقسیم ہوگا لیکن اگر خدانخواستہ کاروبار میں نقصان ہوگا تو کام کرنے والا حصہ دار اس کے پورا کرنے کا ذمہ دار نہیں وہ نقصان صاحب مال کو برداشت کرنا ہوگا

پھر یہ بھی خیال رہے کہ مضاربت کوئی عام اسلامی حکم نہیں تھا بلکہ اس کی اجازت بعض مخصوص صورتوں میں تھی۔ حنفی فقہ کے مشہور امام شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

اِنّ بالنّاسِ حاجةً اِلی عقدِ المضاربة۔ فصاحبُ المال قد یکون عاجزٌ عن التصرف بنفسه (المبسوط جلد ۲۲ صفحہ ۱۹)

ترجمہ: لوگوں کو مضاربت کے اصول پر کام کی حاجت ہوتی ہے کیونکہ صاحب مال شخص خود اپنے مال سے کام کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے ظاہری مذہب کے مشہور امام ابن حزم نے مضاربت کی شرعی حیثیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اب اگر مضاربت کی مذکورہ بالا تعریف کو سامنے رکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ موجودہ دور میں اس پر عمل کرنا آسان کام نہیں۔ ہمارے معاشرے میں کاروبار میں بددیانت طریقے اختیار کرنا ایک عام اصول بن چکا ہے۔ بااثر لوگ تو پہلے ہی بینکوں سے لیا ہوا سرمایہ واپس نہیں کرتے اور سب تمام نقصان کا ذمہ دار صاحب سرمایہ ہو گا تو مضاربت کے تمام کاروبار نقصان پر ہی ختم ہوں گے اور بینکوں کے لئے اپنی اصل رقم واپس لینا بھی مشکل ہو جائے گا۔

بلاسود بینکاری اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مضاربت کے اصول پر بلاسود بینکاری نظام اپنایا نہیں جا سکتا تو اس بارے میں شریعت اسلامی ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے۔ اس بارے میں شرعی احکامات اس قدر واضح اور قابل عمل ہیں کہ ان کے بارے میں کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ صدیوں تک اس پر عمل ہوتا رہا ہے اور آج بھی ان پڑھ مسلمان بھی اس سے بخوبی واقف ہیں لیکن بدقسمتی سے موجودہ دور میں سرمایہ دارانہ نظام کے غلبے کی وجہ سے اس بارے میں اسلامی تعلیمات سے پہلوتہی کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے شریعتِ اسلامی نے قرض حسنہ کی اصطلاح استعمال کی ہے یعنی خوبصورت قرض۔ یعنی ایسا قرض کہ جس کے بدلے میں کسی قسم کا کوئی نفع نہ لیا جائے۔ اس قرضہ حسنہ کے بینکاری کے اصول بھی قرآن حکیم میں بڑے واضح الفاظ میں بیان کر دیئے گئے۔ سورۂ بقرہ کا آخری رکوع انہی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم صرف آیات ۲۸۲ اور ۲۸۳ کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

"اے ایمان لانے والو! جب کسی مقررہ مدت کے لئے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو

تو اسے لکھوا لیا کرو۔ فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے۔
جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو، اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیئے۔ وہ لکھے
اور املا وہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے (یعنی قرض لینے والا) اور اسے اللہ، اپنے رب
سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے۔ اگر قرض لینے والا خود نادان
یا ضعیف ہو یا املا نہ کرا سکتا ہو، تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کرائے۔ پھر اپنے
مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرا لو۔ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو
عورتیں ہوں تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ یہ گواہ ایسے لوگوں میں سے
ہونے چاہئیں جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو۔ گواہوں کو جب گواہ بننے کے لئے
کہا جائے تو انہیں انکار نہ کرنا چاہیئے۔ معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، میعاد کی تعیین کے ساتھ
اس کی دستاویز لکھوا لینے میں تساہل نہ کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمہارے لئے زیادہ مبنی
بر انصاف ہے، اس سے شہادت قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے اور تمہارے
شکوک و شبہات میں مبتلا ہونے کا امکان کم رہ جاتا ہے۔ ہاں جو تجارتی لین دین دست بدست
تم لوگ آپس میں کرتے ہو، اس کو نہ لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ مگر تجارتی معاملہ طے کرتے
وقت گواہ کر لیا کرو۔ کاتب اور گواہ کو ستایا نہ جاوے۔ ایسا کرو گے تو گناہ کا ارتکاب کرو گے۔
اللہ کے غضب سے بچو۔ وہ تم کو صحیح طریق عمل کی تعلیم دیتا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے (آیت ۲۸۲)
اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور دستاویز لکھنے کے لئے کوئی کاتب نہ ملے تو رہن بالقبض پر معاملہ
کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص دوسرے پر بھروسہ کرکے اس کے ساتھ معاملہ کرے۔ تو جس
پر بھروسہ کیا گیا ہے اسے چاہیئے کہ امانت ادا کرے اور اپنے رب سے ڈرے اور شہادت ہرگز
نہ چھپاؤ۔ جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل گناہ آلودہ ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر
نہیں۔ (آیت ۲۸۳) (تفہیم القرآن از مولانا مودودی جلد اوّل صفحہ ۲۱۹ تا ۲۲۲)

ان قرآنی احکامات میں بنکنگ کے مشہور بنیادی اصول کی طرح، اس امر کا خاص خیال رکھا
گیا ہے کہ صاحب سرمایہ کا سرمایہ کسی طور ضائع نہ ہو اور اس کے لئے اس دور کے مطابق ممکنہ
احتیاطیں اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہاں تک کہ اگر سفر کی حالت میں قرض کی دستاویز نہ لکھی جا سکے
تو پھر اس قرض کی مالیت کے مطابق مال قرض دینے والے کے پاس رہن رکھا جائے۔ ان قرآنی

تعلیمات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلامی ریاست میں بینک سماجی بہبود کا ایک ادارہ ہے جس میں لوگ اپنی امانتیں رکھیں گے اور ضرورت مندان امانتوں سے قرض حسنہ کی صورت میں فائدہ اٹھا سکیں گے۔ نہ رقم جمع کرانے والا سود لے گا اور نہ ہی قرض حاصل کرنے والے کو کچھ دینا ہو گا۔ جہاں تک بینک کے اخراجات کا تعلق ہے۔ وہ اسی نوعیت کے ہیں کہ جس طرح حکومت تعلیم، زراعت وغیرہ کے شعبوں میں خرچ کرے گی کہ ان اخراجات کا مقصد عوام کی بہبود ہوتا ہے پھر جس طرح انجام کار تعلیم سے قوم کو فائدہ ہوتا ہے اور اسی بنا پر امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں تعلیم کو کاروبار سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح بلاسود بینکاری سے بھی عامۃ الناس کو فائدہ پہنچے گا۔ چونکہ بنک حکومت کا ایک شعبہ ہوں گے اس لئے حکومت کھاتہ داروں کی جمع شدہ رقم کی ضامن ہو گی۔

آج یہ سود ہی کی لعنت ہے کہ جس نے غریب عوام کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ اس کی بدولت ہر چیز کی قیمت دوگنا سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ عام استعمال کے کپڑے ہی کو لیجئے کہ عوام تک پہنچتے پہنچتے اس پر آٹھ دس مرحلوں پر سود لگتا ہے۔ پہلے تو کپاس بونے کے لئے سودی قرض کی رقم سے ٹریکٹر کی خریداری ہوتی ہے پھر کھاد کا حصول سودی قرضے کا مرہون منت ہے۔ آڑھتی کپاس کی فصل کے لئے اکثر و بیشتر سودی رقم کا سہارا لیتے ہیں اور جیننگ فیکٹری بھی سودی قرضے کی مدد ہی سے اسے آڑھتیوں سے لیتی ہے۔ پھر کپڑے کی ملیں جننگ فیکٹریوں کو سودی قرض کی رقم سے ادائیگی کرتی ہیں پھر مل سے اس کا ہول سیل فروش اسی اصول کی بنیاد پر کاروبار کرتا ہے مختصر یہ کہ ہمارے پاس پہنچتے پہنچتے اس کپڑے کی قیمت دو تین گنا ہو جاتی ہے۔ اسلامی بینکاری نظام میں ان تمام مرحلوں پر سود کے خاتمے سے یہی کپڑا ایک تہائی نرخ پر دستیاب ہو سکے گا جس کا فائدہ بینکوں میں رقم جمع کرانے والوں کو بھی ہو گا بلکہ اکثر صورتوں میں یہ فائدہ موجودہ شرح سود سے زیادہ ہو گا۔

ہمارے خیال کے مطابق چونکہ بینکاری کا شعبہ بھی اسلامی ریاست کے دوسرے شعبوں کی طرح کا ایک شعبہ ہو گا اس لئے اس کے تمام اخراجات، سرکاری خزانے سے ادا کئے جائیں گے۔ تاہم حکومت کو بھی ان اخراجات سے کئی گنا زیادہ فائدہ ہو گا۔ آج کل حکومتیں اپنے مختلف کاموں کے لئے بینکوں سے بھاری شرح سود پر قرض لیتی ہیں۔ جب سودی نظام ختم ہو کر قرض حسنہ کا نظام جاری ہو گا تو اس کو یہ رقم بغیر سود کے ملے گی اور اس طرح

(باقی صفحہ پر)